جناب افسر حسن صدیقی صاحب (کراچی)

اسلامی قوانین اور موجودہ دور

اٹھارویں صدی عیسوی میں مغربی قوانین کی مشرق میں یلغار کے باوجود مسلم امہ نے اسلامی شریعہ کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا اور اسکے نفاذ کی کوششوں کو برابر جاری رکھا۔ جہاں تک اسلامی قوانین کی مغربی قوانین میں شمولیت اور اسلامی شریعہ کے اثرات کا تعلق ہے یہ بات تاریخ کا حصہ ہے کہ جب نپولین مصر سے ۱۷۹۹ء میں پسپا ہوا تو اپنے ساتھ عرب قوانین اور ضوابط جن کا تعلق خرید وفروخت، رہن اور تحائف سے تھا اپنے ہمراہ لے گیا اور قوانین کی فکر اسلامی کو اپناکر اپنے مشہور ومعروف نپولین کوڈ کی بنیاد بنایا۔ عرب ماہر قانون دانوں کی رائے میں نپولین کوڈ کی ۱۸۰۴ء میں اشاعت نے فرانس ہی نہیں بلکہ بیشتر یورپین ممالک کے قانونی ڈھانچہ اور فکر کو متاثر کیا ہے۔ یہ بات یقیناً دلچسپی کا باعث ہے کہ انیسویں صدی میں جب یورپ نے سلطنت عثمانیہ کے قوانین کو یورپین بنانے کی کوشش کی تو اسکے بیشتر قوانین جن کا تعلق تجارتی اور فوجداری معاملات سے تھا، مغربی قوانین کی دستاویزات پر مبنی تھا، چنانچہ تنظیمات کی رفاہی تحریک کے دوران ترک تجارتی ضوابط ۱۸۶۱ء میں اور سمندری تجارت کے ضوابط ۱۸۶۳ء میں فرانسیسی قوانین سے مستعار لئے گئے۔ ترکوں نے بنیادی قوانین جن کو مجلہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۱۸۷۶ء میں ترتیب دیئے اسکے متعلق پروفیسر این۔ جے کولسن مشہور قانون دان اپنی کتاب شارٹ ہسٹری آف اسلامک لاز (صفحہ ۱۵۱) میں لکھتا ہے کہ اس ترک قانون کا یورپی قوانین سے تعلق نہیں ہے بلکہ اسکی بنیاد مکمل طور پر حنفی قانون پر ہے۔ لیکن سیکولر قوانین کے حامل نظام سے یہ توقع بیکار ہے کہ اپنے احکامات سے متعلق قوانین وضوابط میں اسے جگہ دینگے۔ فرانسیسی فوجداری اور بحری وبری تجارت پر مبنی سیکولر قوانین کو اپنانے میں مصر ۱۸۷۵ء سے ترکوں پر سبقت لے گیا ہے۔ سول کوڈ جو مصر نے ۱۹۴۹ء میں اختیار کیا وہ روایتی اسلامی اور ماڈرن مغربی قوانین کا ملغوبہ ہے اسکے مؤلف عبدالرزاق سنہوری کا دعویٰ ہے کہ موجودہ مصری قوانین جو مغرب کے معاصرانہ قوانین کی اہم جزئیات پر مبنی ہیں ان کا ماخذ اصول شریعت اسلامیہ اور اسکے اہم احکامات کے دفعات پر مبنی ہیں۔ اہل مغرب کا دعویٰ ہے کہ قوانین اس نے مغرب سے مستعار لئے ہیں حقیقت میں وہی ہیں جو نپولین مصر سے لے گیا تھا اور بڑے فخر سے اپنے کوڈ کا نام دیتا ہے۔ نپولین کہتا ہے "میری یہ بڑی کامیابی نہیں ہے کہ میں نے چالیس لڑائیاں جیتیں کیونکہ ایک واٹرلو کی

شکست نے ان سب کو ماند کردیا۔ درحقیقت سول کوڈ میرا بڑا کارنامہ ہے جس کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یاد رکھا جائیگا۔ بہرحال اس سب کے قطع نظر مصری قوانین کی دفعہ اول صاف طریقہ پر حکم لگاتی ہے کہ جن معاملات میں مصری قوانین میں واضح ہدایات نہیں ہیں وہاں پر شریعہ اسلامی پر مبنی مروج روایتی اصول وقوانین جو فطری انصاف پر مبنی ہوں ان کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی کے قوانین کے اطلاق کا دروازہ مکمل کھلا ہوا ہے اور یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اسلامی قوانین کو اپنانے کا کسی نہ کسی صورت میں اظہار ہورہا ہے۔ مصر کی طرح سوڈان کا بھی قانون فوجداری ۱۹۵۹ء اس پر نظر ثانی کی گئی اور ۱۸۹۹ء کے برطانوی قانون میں بھی روایتی اسلامی قوانین کی جھلک نظر آتی ہے۔ اسلامی شریعہ کورٹ، مسلم مقدمات جن کا شادی، طلاق، وراثت، وقف سرپرستی، خاندانی رشتہ داریاں، تحائف وغیرہ سے تعلق ہو نمٹاتی ہیں۔ سوڈان کے نئے قانون فوجداری میں اسلامی شریعہ کے قوانین کی روح کو برقرار رکھا گیا ہے۔ نائیجریا میں جہاں پر اسلام تیرھویں صدی میں متعارف ہوا تھا شریعت اسلامی کی بےحد قدر ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی شعائر اور قدریں انکے سماجی اور مذہبی معاملات میں شامل ہیں اور وضع قطع سے آشکار ہیں یہاں تک کہ برطانیہ کے دور حکومت میں جب سلطان کو تخت نشینی کے وقت یہ یقین دلایا جاتا تھا کہ نائیجریا کے مسلمانوں کے مذہبی قوانین وضوابط اور رسومات وغیرہ میں کوئی رخنہ اندازی نہیں کی جائیگی۔ اس طرح شمالی نائیجریا میں تمام دیوانی اور تجارتی عدالتوں میں روایتی طور پر فقہ مالکی نافذ رہا جبکہ ملکیت زمین کے معاملات میں مقامی روایتی قوانین کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ قوانین شریعہ اس بات کی ضمانت دیتے تھے کہ کوئی فیصلہ فطری انصاف اور انسانی تقاضوں کے خلاف نہو۔ سعودی عرب اور آس پاس کے دیگر عرب ممالک میں بلااستثناء خالص شریعہ اسلامی رائج ہے جو فقہ حنبلی پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فقہ حنبلی دیگر فقہوں یعنی حنفی، مالکی اور شافعی مکاتب فکر سے زیادہ سخت ہے کیونکہ اس کو مذہبی اخلاقیات سے منسلک کردیا گیا ہے۔ تاہم فقہ حنبلی کے مشہور امام ابن تمیہ نے اجتہاد کی ضرورت پر کافی زور دیا ہے۔ ایران جہاں پر فقہ اثناء عشری کے قوانین نافذالعمل ہیں امامت کے تصور کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، انکے فقہ میں امام کے احکامات دیگر تمام مذہبی احکامات سے مقدم اور بالاتر ہیں۔ امامت کے عقیدہ کی بناء پر اصول "ظن" اور "اختلاف" اہمیت کے حامل نہیں ہیں۔ تاہم سنی اور شیعہ جماعتوں کے ہرچیز کے دوالگ فقہات ہیں لیکن اسلامی بنیادیات پر دونوں متفق ہیں دونوں فقہوں کے عقائد عثمانیہ دور میں، برصغیر ہندوستان، وسطی ایشیاء اور مشرقی ایشیاء کے ممالک میں ساتھ ساتھ رائج رہے ہیں اور اسی طرح مالکی فقہ شمالی، مغربی اور وسطی افریقہ میں اور شافعی فقہہ مصر اور مشرقی ایشیاء کے کچھ ممالک میں نیز مشرق بعید یعنی انڈونیشیاء اور ملائیشیاء میں بھی رائج ہے۔ حنبلی فقہ وہابی

تحریک کے نتیجہ میں سعودی عربیہ میں رائج ہے۔ اگرچہ یہ چاروں مکاتب فکر، شرعی احکامات، قانونی طریقہ کار اور عبادات کے معاملات میں ایک دوسرے سے مختلف احکامات وعقائد رکھتے ہیں، لیکن بنیادی فلسفہ فکر اسلامی اور عبادات پر متفق ہیں۔ دنیا میں دیگر مذاہب کے فرقوں کے مقابلہ میں مسلم امہ میں ان چار فرقوں کا فرق قابل قبول رہا ہے اور ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور اسی وجہ سے اعتراضات سے بالاتر ہے اور ایک دوسرے کے لئے قابل برداشت رہا ہے۔ لیکن اسکے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیت میں مثال کے طور پر رومن کیتھولک بائبل میں پروٹینسٹ بائبل کے مقابلہ میں چھ اضافی ابواب ہیں۔ پروٹینسٹ بھی مختلف فرقوں میں تقسیم ہے مثلاً لوتھرن، کلوینسٹ، میتھوڈسٹ، بیٹسٹ اور یونیٹرین ہیں جبکہ کاکرس (دوست احباب) کبھی چرچ جاتے ہی نہیں ہیں۔ سترھویں صدی عیسوی میں عیسائیت کے ان تمام اور دیگر فرقوں میں زبردست قتل وغارت گری اور مذہبی جنگیں لڑی گئی ہیں اور ایسے مظالم ہوئے ہیں کہ سن کر رونگھٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اصل زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی شرعی قوانین کے متعلق مغربی اسکالرز نے بہت گمراہ کن اور جانب دارانہ تنقید اور پروپیگنڈہ کیا ہے انکے خیال میں اسلامی قوانین دراصل خود کچھ نہیں ہیں بلکہ رومن قوانین کی نقل اور چربہ ہے بلکہ رومن قانون عربی لباس میں اور عربوں نے رومن قانون میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے اور اگر کیا ہے تو وہ یہ کہ چند غلطیوں کا اضافہ کردیا ہے۔ دواسکالر دان کرامر اور گولڈی زہر ایسے معترضین میں پیش پیش ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ رومن قانون کے طاقتور سمندر نے یورپ کی وادیوں کو ضرور سیراب کیا ہے لیکن یہ عرب کے ریگستانوں کی پہنچائی یقیناً نہیں کرسکا۔ لیکن اسکے برخلاف پروفیسر فٹس جیرالڈ کہتا ہے کہ یہ سب بکواس ہے اور ثبوت میں کوئی شواہد نہیں ہیں۔ مختصراً اسلامی شریعہ مغربی قانون سے بنیادی طور پر تین وجوہات سے مختلف اور بہتر ہے۔ پہلا یہ کہ اسلامی قانون، قانون خداوندی ہے جو وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا جبکہ رومن قانون، قانون دانوں کا بنایا ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ قدرتی قانون ہونے کیوجہ سے اسلامی قانون ناقابل تبدیل ہے اس میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔ تیسرے یہ کہ یہ اپنی خوبیوں کیوجہ سے زیادہ وسیع اور جامع ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی شریعہ مملکتی اور عوامی قوانین کے علاوہ بین الاقوامی تعلقات اور رشتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں کہ عربوں نے دور دراز کے سفر اختیار کئے اور بین الاقوامی تعلقات کا ایک معیار مقرر کیا ہے جبکہ یورپ اس وقت جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ رومن قانون کو بارہ فہرستوں (12 Tables) کے اندر محدود کردیا گیا ہے جبکہ اسلامی شریعہ میں آج بھی اجتہاد اور "قیاس" کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ رومن قانون بنیادی طور پر غیر مذہبی اور سیکولر ہے جبکہ اسلامی شریعہ کی بنیاد احسان وعدل ہے۔ ایثار، وسیع القلبی، توازن مساوات، فرقان یعنی اعلیٰ اقدار ہیں جنکی وجہ سے یہ اعلیٰ ارفع اور مقبول عام ہے۔

۲۴۰